



فرح بھٹو کا نیا ناول

من آئینہ سازم



# من آئیں گے فرح بھٹو

زرد موسم کے اجال لحوں میں  
ہم رو پڑے یونہی ہتے ہتے  
یا رب اب تو کوئی تعبیر بخش دے  
کہ تھک ٹی ہیں آنکھیں خواب بنتے بنتے

سینٹ کی سڑی پر پہلا قدم رکھتے ہی اس کی کیفیت  
عجیب سی ہوتی، اس نے بے اختیار اپنا پاؤں پیچھے کیا پھر  
دوڑوں پھروں سے سینٹ کیس اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیا اور  
ایک بار پھر اپنا سیدھا سر سڑی پر رکھا۔ اس بار اس نے  
سڑی کی سطح کو ہرگز نہ ٹھوس کیا تھا، اس رگڑ سے ایک  
برقی سی لگی اور تیز رفتاری سے اس کے جسم کی رگوں سے  
گزرتی ہوئی دماغ کے خلیوں تک لگی تھی۔ وہ ان میں  
کئی مناظر تازہ ہو گئے تھے، روتے، ہلکتے، ہتے اور  
سکراتے مناظر۔

اس نے جھرے سے اپنا دھرا پھر بھی سڑی پر چلا  
اور آہستہ آہستہ ایک ایک سڑی چڑھنے لگی۔ سائیں بائیں  
کسی رنگ کا سہارا بھی نہیں تھا اور اسے سہارے کے بغیر  
چلنے کی عادت تھی، جن سڑیوں پر وہ تیز رفتاری سے چڑھا  
گرتی تھی آج سچ سچ کر چڑھ رہی تھی، بیٹ آکر ہی  
دیواروں پر ہاتھ بھرتے ہوئے ان کا لمس محسوس کرتے  
ہوئے ہر سڑی جیسے اس کے قدم پکڑ رہی تھی۔ ہر سڑی  
پاک یا گھری ہوئی تھی، وہ بار بار جانتے تاک تھی جس نے  
پھروں سے لپٹ کر اسے صرف لایا تھا مگر وہ اسے بغیر اوپر  
چڑھ رہی تھی۔ آخری سڑی کے اختتام پر ایک گھڑی کا

○ ☆ ○  
کڑواں دوپہر میں کوندے منہ چار پائی پر وہ ٹانگیں بسی  
کر کے لیٹی ہوئی تھی۔ دھوپ کی تیز آفتاب سے اس کا بدن  
جھلس رہا تھا مگر وہ نے پروا بھی اس کی بیٹھیاں کے سخت  
تھکن کی چھاپ سے ملتی ہوئی تھی۔ آج پھر لائے اس  
کی دھال کی تھی اور خود ہی پدم ہو کر ہانپتی ہوئی پانی کے  
گلاس لٹاؤت چڑھا کر پائلاز تاجن سنیا ل رہی تھی۔  
"بجٹ۔ میری تھیلیاں لال ہو گئی ہیں اس پر اثر نہ  
ہوا۔" اس نے تخت پر لیٹ کر اپنے ہاتھوں کو بخور دیکھا تو

کچھ دیر پہلے والا افسر نمودار ہوا۔  
"نہیں..... آپ کے کندھے دبا دیں۔" منہ نے  
پیچھے سے کر لیاں کوشٹوں سے پکڑا اور دبائے لگی۔ اتنی  
شفقت کے بعد لائے کو ایسے ہی کسی نرم لمس کی ضرورت  
تھی۔ وہ کچھ پر سکون ہو گیا۔

آج جون کا گرم ترین دن تھا۔ برآمدے کی چھت  
سے لٹکا ہوا چمکا بھی گرم ہوا لپیٹ کر نیچے پڑا تھا۔ لائے  
نے دوپٹے سے چہرے کا پینٹ صاف کیا اور کھلے گھٹن میں  
بچھٹی چار پائی پر بے سہارے پڑے اور پر نظر ڈالی۔ دل میں  
موتا کی طرح کی تپش تھی پھر۔  
"منہ جالے اٹھا کر اندر لے۔" انہوں نے ہلکی آواز  
میں کہا تو منہ نے ٹی میں سر ہلایا۔

"نہیں، مجھے اپنی شامت کھانی چاہی۔" کہہ کر وہ تھپڑ  
باریں مارتی تھیں۔ جانتی تھیں ہوا آتی تو منہ کی بات پر وہ  
ٹھنڈی سانس پکڑ کر رہ جاتی۔  
"ناصحیت بھی تو روح کے ہے، جس بات کو منع کر دے



کرتی ہے۔ جانے اتنی ضد کہاں سے اٹھا لائی ہے۔ زندگی  
پہلے ہی آسان نہیں ہے اور مشکل بنانے پر تکی ہوئی ہے۔ وہ  
سر ہاتھوں پر گرا کر بیٹھ گیا۔  
"اچھا صرف کا پانی بنا اور پکڑ اس میں بھگو کر غسل  
لانے کی دوا کریں تو صاف کر جو اس کے شاہکار غموں  
سے تھی ہوئی ہیں۔ یہ غموں نے جو متال یا مٹھال نے دیکھ  
لیے تو موت کی شیر نہیں۔" انہوں نے تھکی ہوئی آواز میں  
بیٹی کو کہا۔

"اچھا لائے۔" منہ اٹھ کر غسل خانے میں چلی آئی۔  
تھوڑا سا بد رنگا غسل خانہ جس کی مشرقی دیوار پر چاک  
کی مدد سے ایک کرپہ عورت کی شبیہ بنائی گئی تھی جس کی  
زبان باہر لٹک رہی تھی اور میز سے میز سے دانت ہونٹوں  
سے باہر نکل رہے تھے۔ آنکھیں گول اور وحشت ناک  
تھیں، ہاتھ ہاتھوں سے نکل کر پھروں کو چھو رہے تھے اور  
ان سے خون کی پوندیں ٹپکتی دکھائی دیتی تھیں۔ اس عجیب  
الفاظت تصویر کے قریب ہی تیر کا نشان بنا کر بڑے رفوں



میں بیکہ کھسا گیا تھا۔  
 حنت نے بے اختیار آنکھیں بند کیں اور انداز سے  
 مگلا کر اور پل پر پچھرا شروع کیا رفتہ رفتہ وہ شاہکار مشا  
 شروں کو بھول گیا حنت نے حنتہ چاکر سب صاف کر دیا  
 وہ نام بھی جس کے لیے پلا جیسی طور پر لی کا گلاب دیتے۔  
 وہ اپنا کام کر کے باہر نکلا اور کوسوں کے پہلو میں بیٹھا  
 پایا۔ وہ اس کو بازو سے چمک رہا کرتے اور اندر کمرے  
 میں بیٹھ کر کھڑی تھی بروہہ موندی کی کیا جوش سے مس ہو  
 جائے۔ اس آخر تک کر خود ہی اٹھ بیٹھی۔ جو پتی کہ  
 آگ بجھانے وہ کیسے لپٹی ہوئی تھی۔ حنتہ بھر بھری لے کر  
 کمرے میں آئی جہاں ملاں سمیت تین اور فخری موجود  
 تھے۔  
 "میری جاؤ۔ میں اس چادر پائی سے اٹھا کر اندر لاؤ۔"  
 ملاں اب ڈانچٹ میں کھولی پیٹنے میں بیٹھی ہوئی تھیں۔  
 سے قاضی ہو گیا۔  
 "اسے کیوں چھٹی ہو ملاں، جب اسی طرح بے چین  
 ہوتا ہوتا ہے۔" میری نے خنجر ڈانچٹ میں نظریں  
 چھانے رکھ کر ٹٹ سے کہا۔  
 "اتنی گرمی میں ان مونے رسالوں کو چھٹی ہوئی ہے،  
 ملاں کی بات نہیں سنی۔" وہ میری کے شوق پر غصہ ہو گئی۔  
 "تو کیا کروں۔ اس جس گرمی اور مرے ہوئے  
 ماحول کو دیکھ کر میں بھی سر جاکوں۔" میری نہیں کے دامن  
 سے گردن پونچھے زہرے طبع انداز میں بولی۔  
 "میں نے کہا کہ میں کو اندر لاؤ۔ تقریر کیوں کر دے  
 ہے۔ ملاں نے رسالے سے کہا۔  
 "وہ دھیس کی شہزادی نہیں آئے گی، اسے صوب  
 میں لایا ہی پڑا رہنے ملاں۔ ویسے بھی اس کے چنگے  
 رنگ دھب پر کوئی اثر تو پڑتا نہیں۔" میری نے بے نیازی  
 سے ڈانچٹ چرے سے کٹا کے کرایا۔  
 ملاں دایس ہو کر اپنے اگوتے بٹے کی ذیل چیز کے  
 پان آئی اور تم آنکھوں سے اس کا ڈھکاسر سیدھا کیا۔  
 زبان سے بھٹی رال دھال سے پہنچی اور ایک لمبی آہ  
 چھلے ہوئے مڑا تھا کہ اتریں۔ حنتہ دل چاہ گیا۔ یہ جگم  
 بھری۔  
 "کاش رام بنا تو مغل درہ بند ہوا ہوتا۔ بے بس ماں  
 اور چار بہنوں کا تو ہی سہا را بن جاتا۔" انہوں نے ہلکی آواز  
 سے کہہ کر اس کے چہرے پر ہاتھ بھر دیا۔  
 ☆ ☆ ☆ ☆ ☆  
 تھکنی کی خیر آواز نے ان سب کو اچھلنے پر مجبور کر دیا  
 تھا۔  
 "جاؤ بلاؤ آج ہے۔" میری نے کہا تو حنتہ نے سب ہی  
 سے کمرے میں تکی اس اطلاع کی تھکنی کو دیکھا جو عام گھروں  
 میں مہراں کی آدکا پتا دیتی ہے مگر ان کے یہاں باپ کا  
 پلاؤ اس تھکنی کے ذریعہ آتا تھا۔  
 وہ مرے ہوئے قدموں سے کھینچ کر کھلا جن مہر کرتی  
 سڑھیاں اتر کر بیٹھی۔ برآمدے میں تیسرے تھکنے پر  
 جیسی ڈھیروں مڑ چھیل رہی تھیں، پلاؤ آرام کری یا اخبار  
 اپنے آگے بچھلائے پڑھ رہے تھے۔ حنتہ بڑھکتے زلی  
 سے ان کے سامنے کر کھڑی ہوئی پر تیسرے تھکنے نے توجہ  
 دی نہ ہالانے۔  
 "پلاؤ آپ نے پلاؤ۔" وہ بچی آواز سے بھٹک بولی۔  
 "نہیں۔" پلاؤ نے خوار میں گم تھے۔  
 "سلام دعا ستمالی ہی نہیں تمہاری ماں نے۔" انہوں  
 نے پونجی مصروف انداز میں بھڑکیا۔  
 "جال عورت کو خود کچھ نہیں آتا، ان کو کیا سکھائے  
 گی۔" پلاؤ نے اخبار جھک کر دوسرے صفحہ کھولا۔ حنتہ سر جھکا کر  
 سننے پر مجبور تھی۔ دونوں پھر اپنے کاموں میں گم رہے، حنتہ  
 انتظار میں کھڑی رہی کہ پلاؤ کب لب کشائی کرے اس کو  
 بلانے کی وجہ بتائیں۔  
 "جگم آج کل سنیما میں شاہکار تاری فلم کے بڑے  
 خیرے ہیں کیا خیال ہے دیکھنے چلیں؟" وہ اخبار تہہ کرتے  
 ہوئے تھکنے سے مخاطب ہوئے۔  
 اٹھا کر مسکائیں۔  
 "کل چلے ہیں بچوں کے ساتھ۔" پھر کہہ کر خنجر سے  
 چھلے ہوئے مڑا تھا کہ اتریں۔ حنتہ دل چاہ گیا۔ یہ جگم

کھلتے چہرے کے ساتھ کچن میں چلی گئیں۔  
 "ہا۔۔۔۔۔۔ حنتہ ایک بار پھر منٹائی۔  
 "تین ہلوں کی ہائش نے حنتہ کی حالت خراب کر دی  
 ہے۔ میرا دکھا ہوا سارا ملاں اسٹور میں گل مڑ گیا ہے۔  
 تمہاری ماں نے برساتی کا سوراخ بند کر کے جو چاہا نہ  
 حرکت کی ہے یہ سب ہی کا نتیجہ ہے۔" پلاؤ غرور اپنی سرخ  
 آنکھیں حنتہ پر جم کر دانت پیٹتے ہوئے گیا ہوئے۔  
 "ہائش کا پانی تیزی سے ہمارے کمرے میں داخل  
 ہو رہا تھا تو ملاں نے سوراخ بند کر دیا۔"  
 "تو کی آفت آگئی پانی کمرے میں داخل ہو رہا  
 تھا۔ اوپر کمرے میں کون سا بچی دانت کا فریج پڑا  
 ہے۔" پلاؤ نے کھال نہیں کھنی تھی پانی۔" انہوں نے  
 حنتہ ہات کاٹ کر تیز بھاگ کر کہا۔  
 "تمہاری ماں کی چال حنتہ کی حنتہ ہوئی اس کا  
 الگ نقصان۔۔۔۔۔۔ پانی قح ہو اس کا الگ نقصان، میرا  
 سا ان خراب ہوا وہ الگ۔" وہ غصے سے گھٹائے گئے۔ حنتہ  
 نے سر جھکا لیا۔ ان سے بحث کرنا اپنی شامت ہوتا تھا۔  
 اسے میں مشعل اور ملاں برآمدے میں نکل آئیں اور  
 سامنے کھڑی ہو کر حنتہ کی پتلی حالت کا لطف اٹھانے  
 لگیں۔  
 "اب اوپر جاؤ اور اپنی بہنوں کے ساتھ مل کر حنتہ اور  
 اسٹور کی انجی طرح صفائی کرو۔ میں آ کر ایک ایک چیز  
 چیک کروں گا۔" وہ جگم صادر کر کے دوبارہ اخبار کھول کر بیٹھ  
 گئے۔ حنتہ فوراً دایس چلا اور دوڑ کر بیڑھیاں چڑھ کر اوپر  
 آئی۔  
 "مومنہ! اور میری آئی پلاؤ کہہ رہے ہیں اوپر حنتہ  
 کو اچھی طرح صاف کرنا ہے۔ اس نے آتے ہی زوردار  
 آواز کے ساتھ بہنوں سے کہا۔  
 "میں نہیں کرتی کوئی صفائی دقانی۔۔۔۔۔۔ ابھی نہا کر آئی  
 ہوں۔" مومنہ نے گیلے بال جھٹکتے ہوئے صاف انکار کیا۔  
 "گرتی کا حال دیکھو سہہ پھر کے چار بجے حنتہ کے  
 جنم میں ہمیں جھونک رہے ہیں۔" میری نے کھلی سے  
 کہا۔  
 "وہ کہہ رہے ہیں ہائش کے دوران برساتی کا سوراخ  
 بند کرنے سے ملاں کو نقصان پہنچا ہے اور حنتہ بھی کمزور  
 ہوئی ہے۔ اسی لیے تفصیلی صفائی کرنی ہے۔" حنتہ نے  
 جھاڑو اٹھا کر حنتہ بن اٹھیا۔  
 "ہائش کو کڑے دوران ہو گئے اب تو سوراخ کی پٹش  
 سے سب پانی سوکھ گیا ہوگا اور وہاں کوئی خزانہ دکھا تھا کیا۔  
 عام سا کاٹھ کھائے ہی ہے اس کو کیا نقصان پہنچا ہوگا۔"  
 مومنہ نے ہالوں کو کھلی سے سجھا۔ پندرہ دن کچے میں  
 کہا۔  
 "یہ تقریریں آپ دونوں ان کے سامنے کریں۔ شام کو  
 دو چیک کرنے آئیں گے۔ حنتہ کو بیڑھیاں چڑھتے دیکھ  
 کر ناچار میری کو اس کے پیچھے بنا پڑا تھا۔  
 "آج صومون۔۔۔۔۔۔ میری نے پکا اتوا وہ کچھ سوچ کر  
 اوپر آگئی۔  
 حنتہ کی زمین کہیں کہیں سے گیلی تھی۔ مومنہ نے  
 برساتی کے سوراخ سے کچرا ہار نکالا۔ میری نے اسٹور کا  
 دروازہ کھول کر دیکھا تو دایس کے دے غیر ضروری ملاں کے  
 دایس سے سلیں کی بو آ رہی تھی۔ وہ اسٹور کے اندر صفائی کی  
 غرض سے گھس گئی۔  
 "حنتہ! اصرار کر میری مدد کرو۔" میری کی آواز پر حنتہ  
 اوپر آئی۔ مومنہ نے جھاڑو اٹھائی۔ اب وہ بیٹھ کر جھاڑو نکال  
 رہی تھی۔ حنتہ کی دایس ڈیڑھ فٹ کی گھس وہ کھڑی  
 ہوئی تو پڑوس کو پوری دکھائی دیتی۔ بیٹھ کر جھاڑو لگاتے  
 ہوئے بھی اس کا سر اٹھا کر دیکھ رہا تھا۔  
 "اتنی سی دیکھ کر کھڑی کرنے کی بھی کیا ضرورت تھی۔"  
 مومنہ نے کڑھ کر سونچا۔  
 "نہوے اتنی گرمی میں جھاڑو لگا رہی ہو۔" یہ آواز قریب  
 ہی سے سماعت سے غمراہی تو مومنہ ان سنی کر کے مشغول  
 رہی۔  
 "بڑی ہو گئی ہو حنتہ براتے کچھ تو شرم کرو۔" اس بار  
 طہرہ جیلے آگ لگا دی تھی، مومنہ ایک دم کھڑی ہوئی







سے بولیں۔  
 "میں بہت اہم کار کا تھا؟" وہ اٹھ بیٹھی۔  
 "ہاں۔۔۔ کالی اہم۔" ہاشم نے ہنسنے پر مجبور کر سارے تہہ  
 شدہ چہرے میں پرچھٹک دیا۔  
 "اگر آپ کو یاد ہے،" زینب چنگ سے نیچے تری اور  
 سچ کر چپٹی اندری ہنستا۔  
 "میں نے اس کو یاد کیا تھا۔"  
 "تم کیوں بیٹے سے اتریں، چلو واپس جا کر لیٹو میں  
 وضو کرو اور لیں گا۔" ہاشم سے کہہ کر وہاں سے پکار پھری کی طرف  
 لے گیا۔  
 "میں بیٹے پر بڑبڑاتی ہوں اور سارا گھر بکھر گیا ہے آپ  
 اور بچے الگ پریشان ہو رہے ہیں، مجھے نہیں کرنا ایسا بیڈ  
 ریسٹ۔" زینب نے منہ سورا کر کہا۔  
 "چہا ہمارے فائدے کے لیے ہی ہے۔ باقی کچھ وہ  
 رو گئے ہیں کسی ناکی طرح کڑی جانیں گے۔ تم خیر سے  
 میرا وارث پیدا کر کے فارغ ہو جاؤ پھر گھر کے کام کاج  
 کرتی رہو۔" ہاشم کی بات پر زینب نے دل سے آمین  
 کہا۔  
 "آپ کو کیسے یقین ہے کہ اس بارہا میرا بیٹا ہی ہوگا۔"  
 اس نے خیرت سے پوچھا۔  
 "میں سے یقین، دیکھنا ٹھیک پانچ ماہ بعد تم اپنی گود  
 میں میرا بیٹا لے کر اسی چنگ پر بیٹھی ہوئی ہوں گی۔" اس  
 نے غور سے کہا۔  
 "ان شاء اللہ اللہ آپ کی زبان مبارک کرے۔"  
 زینب نے جذب سے کہا۔  
 "اچھا اب مجھے اپنا کارڈ ڈھونڈنے دو پہلے ہی آفس  
 سے رہ چکی ہے۔" وہ پھر اٹھ کر لڑائی تک گیا۔  
 "کتنا اضطراب ہو گیا ہے سب کچھ، صبح اٹھ کر ہنسنے  
 بیٹا بچوں کو اسکول بھیجنا، گھر کے کام کاج، ماسی سے کروانا،  
 سب آپ کے سر آ گیا ہے آپ جو پانی کا گلاس بھی خود  
 پھر کر نہیں پیتے تھے۔" زینب نے پیار اور غرور مندی کی کٹی  
 علی ظروں سے میاں کو دیکھا۔

"وقت گزر جائے گا زینب۔" فکر مت کرو۔" ہاشم کو  
 مطلوبہ کارڈ مل گیا تھا۔ زمین سے اٹھا کر کپڑے واپس  
 لڑائی میں غصے اور لڑائی کے جھگڑے ہو رہے تھے۔  
 اتنی فضا سے تہہ کے کپڑوں کا یہ مشرور گھر زینب  
 کا دل کڑھ کر رہ گیا۔ ڈاکٹری دہشت اور اپنی گرتی ہوئی  
 صحت کے خوش نظر نہ ہوتی تو فوراً اٹھ کر منٹوں میں گھر کی ہر  
 چیز سیٹ کر دیتی۔ زینب ہاشم کا گھر اتنا بے ترتیب کب ہوا  
 تھا بھلا۔  
 "لو کہ اب تم آرام کرو میں آفس کے لیے لکھا ہوں،  
 واپس پر ہوں گی۔" کھانا لیتا آؤں گا۔" ہاشم نے پچھلت  
 ڈرنک پر دھی گھڑی پاندھی اور ہالوں میں بھیر بھیر  
 پھیرا۔  
 "ہوٹل کا کھانا۔۔۔" زینب کو کون کر رہی لاکھائی سی آئی۔  
 "میں مشکل ہے ایسی حالت میں باہر کا کھانا کھانا اور  
 ہاشم اور بچوں کو بھی کون سا ہضم ہوتا ہے۔ ہائے میرے  
 ساتھ یہ بھی مشکل میں پڑ گئے ہیں۔" اس نے تاسف سے  
 سوچا پھر بچے فون کی طرف متوجہ ہوئی۔ ماں کا فون تھا۔  
 "السلام علیکم السلام تمہیک ہی ہوں۔" وہ کسلندی سے  
 بیڈ پر نیم جڑا ہوئی۔  
 "تمہیں ماں کوئی مستقل ملازمہ نہیں مل رہی، ان کو بھی  
 گھر کا ہر کام دیکھنا پڑ رہا ہے۔" اس نے ماں کی فکر مندی پر  
 بتایا۔  
 "کیا اتو آئی ہوئی ہے، ماں اسے فون دیں ورنہ اس کو  
 وہ ہاتھ کر لوں۔" گھپا تک وہ جوش سے اٹھ بیٹھی۔  
 "بڑے تیز لڑائی کے پاس آئی ہوئی ہے میرے گھر آتے  
 تکلیف ہو رہی ہے۔" وہ مصروفی نامرستی سے بولی۔  
 "میں آج ہی ادھر آ جا۔ آج تیرے ہاتھ کا پکا کھانا  
 کھاؤں گی۔" تجھے پتا ہے میں بیڈ ریسٹ پر ہوں۔"  
 زینب نے فون سے کہا۔ آگے سے نہ جانے کیا کہا گیا کہ وہ  
 کھلکھلائی۔  
 "لو کہ پھر آئی تو بات کر میں گے۔" زینب نے  
 مسکراتے ہوئے موبائل رکھ دیا۔ وہ اب خود کو بہتر محسوس کر

☆ ☆ ☆

رہی تھی۔  
 "واہ یہی اشتہا انگیز خوشبو ہر جانب پھیلی ہوئی ہے۔"  
 ہاشم گھر میں بچوں کو لے کر داخل ہوا تو اسے دونوں بعد بچن  
 کے اٹھ سے کٹی تازہ کھانے کی مہک سے سرور ہوا۔  
 "السلام علیکم السلام ماں جی۔" اس نے لاؤنج میں بیٹھی  
 ماں کو سلام کیا، بچے بھی ہلی سے پک گئے۔  
 "ایک سلام بھیجیے رہو چلا۔" انہوں نے دلداد کے سر  
 پر ہاتھ رکھا۔  
 "پاپا بھوک لگی ہے۔" بچیاں ایک ایک طرف رکھ کر  
 چائے لگیں۔ پاپا آج خالی ہاتھ آئے تھے ان کو تشریف  
 ہوئی۔  
 "پاپا ماں سے کھانا نہیں لیا آپ نے؟"  
 "آج کھانا گھر پر تیار ہی نہ کیا ہے۔ چلو  
 شاپ میں لوگ منہ ہاتھ دھو کر آتو کھانا کھاتے ہیں۔" پاپا  
 کے بچائے نانی نے جواب دیا۔  
 "ہاں۔۔۔ ان کے کہتے ہی چچیاں خوشی سے اپنے  
 کمرے کی طرف دوڑیں۔  
 "اللہ بے جاری چچیاں گھر کے کھانے کو ترس گئی  
 ہیں۔" نانی نے افسردگی سے ان کی خوشی دیکھی۔  
 پھر سب سیر پڑ کر بیٹھ گئے، ہاشم نے دو گلوں کے  
 ڈھکن ہٹائے تو جی خوش ہو گیا۔ چکن ہانڈی، بھنڈی  
 گوشت، مٹر پلاؤ اور ساتھ میں دلداد، سلاڈھی تھا۔  
 "کتنے دنوں بعد گھر کا کھانا نصیب ہوا ہے۔" اس  
 نے بے تابی سے اپنی پلیٹ میں کھانا نکالا۔ نانی نے ہر  
 بچی کی پلیٹ میں پھر کھانا نکالا۔ بچیاں خود بھی اچکا چک  
 کر دو گلوں سے نکال رہی تھیں۔  
 "بھئی دلداد تو تمہارے ہاتھ میں تو بہت ڈانڈ ہے۔"  
 پہلا سوال لیتے ہی ہاشم نے بے اختیار تعریف کی۔  
 "شکر یہ جی جی۔" مگر اگر وہ مٹیاں تو سے اتار کر  
 لاتی ہوئی ان کو لے سکا کر کہا۔  
 "اس کے بچان تو سارے خاندان میں مشہور ہیں۔"  
 ہاشم نے، بہت ڈانڈ ہے اس کے ہاتھوں میں، بس  
 قسمت کی لہری لگی بے چاری۔" نانی نے اپنی بھانجی کو  
 ہنسنے سے روک دیا۔  
 "جی جی اچھا ہوا اس فنی القلب انسان سے جان  
 چھوٹ گئی، تو کئی اجر ان کو دی گئی۔" انو نے اپنے اٹھ سے  
 آنسو روٹے سے پونچھے۔  
 "ماں آپ نے بے چاری کو کتنا خوراک میں دلا دیا۔" ہاشم  
 کو اس پر ترس آیا۔  
 "پچھوڑیں جی جی اب یہ روٹا تو زندگی بھر کا ہے۔" انو  
 نے سرخ ناک دکڑی اور بچن کی طرف پلٹ گئی۔  
 "ہائے کوئی جوان لڑکی اگر نہ بیٹھے، ایک میں۔" نانی  
 نے غصہ سانس بھری۔  
 "بھابھیاں تو مجھ کو من بن گئی ہیں بے چاری کی۔ میں  
 ادھر لے آئی ہوں کہ کچھ بھل جائے، بیٹھنے سے زینب  
 کے ساتھ کھلی کھائی ہے، دل دکھتا ہے، بچی کی اس حالت  
 پر۔" وہ مستقل انو کے لیے غرور بول رہی تھیں۔  
 ہاشم کھانا کھاتے توجہ سے منتظر رہا۔ انو، زینب کے  
 ساتھ کمرے میں کھانا کھانے چلی گئی کہ زینب کا ڈانڈنگ  
 ٹھیک ٹھیک آتا بھی حال تھا۔ کھانے کے بعد چائے کا دور چلا  
 ہاشم دیکھیں انداز میں لی دی کتے گے بیٹھ کر چائے پیے  
 لگا۔ روزانہ اپنی افراتفری آج مفتوحہ تھی کہ ان کو کھانا کھانا کر  
 انو نے سب کا ہنسا دیے تھا۔ حالانکہ ہاشم نے کہا بھی کہ  
 کندے برتن وہ رہنے دے صبح کا سوا لی آ کر دھو جائے گی  
 لیکن انو باز نہ آئی اور برتن وغیرہ دھو کر بچن کو چاکر باہر لگی  
 تھی پھر شام تک وہ زینب کے ساتھ ہاشم کرتی رہی، نانی  
 قیلولہ کرتی رہیں۔ ہاشم بھی دوسرے کمرے میں سوئے چلا  
 گیا تھا۔  
 مغرب تک دونوں زینب کے یہاں رہی رہیں پھر  
 نانی نے دلداد سے چائے کی اہارت چاہی تو زینب نے  
 چادر لاؤ صحتی انوکھا کھانا پکڑ لیا۔  
 "ماں، انوکو کچھ دنوں کے لیے میرے پاس چھوڑ  
 جائیں۔ بچی دل بہت اداس ہوتا ہے بستر پر پڑے  
 اس کے بچان تو سارے خاندان میں مشہور ہیں۔"







ہے۔ حضرت نے لڑائی آواز میں کہا تو میری نے ایک دم  
 آ نکھیں کھول دیں اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔  
 ”تک۔ کیا۔ کہہ کون ہے؟“ اس نے  
 دوڑنے پر بھڑکی آنکھیں گاڑیں تو وہی انچل اسے بھی  
 دکھائی دے لگی۔  
 ”آئی۔ کچھ کوئی؟“ اس نے لپٹ گئی۔  
 ”کیا کروں۔“ میری پریشان ہوئی۔ اسی اثناء میں  
 اماں کی آنکھ بھی کھل گئی۔  
 ”کیا ہوا حتم، میری۔۔۔ کیوں جاگ رہی ہو؟“ وہ  
 اپنی جگہ سے اٹھ کر اماں کے پاس آئیں۔  
 ”اماں! دوڑنے کے دوسری طرف کوئی ہے جو ہمارا  
 دوڑاؤ کھولنا چاہ رہا ہے۔“ مومن نے بھڑکی آواز سے کہا۔  
 اماں چرخیں اور دوڑاؤ کے نچلے حصے سے ایک چمکدار  
 چمیرے کا اٹکا حصہ اندر تک گھسایا جا رہا تھا جو بھی روشنی  
 میں بھی چمک رہا تھا۔ غلطی کنڈی توڑی سی اور اٹھ گئی تھی۔  
 ”یا اللہ۔۔۔ یہ چمیرا لے کر کون آیا ہے؟“ اماں ایک دم  
 خوف زدہ ہوئیں۔  
 ”اماں! اب کیا کریں۔“ مومن پریشان ہو کر اماں سے  
 لپٹ گئی۔  
 ”اللہ میری بچیوں کی حفاظت کرنا۔“ وہ بھگی آواز سے  
 دعا مانگوئیں۔  
 ”اماں! لائٹ کھول دوں اس بے غیرت کو پتا تو چلے ہم  
 جاگ گئے ہیں۔“ میری نے ماں سے پوچھا۔  
 ”کون ہے غیرت۔“ وہ سر اسدہ ہو کر جواب میری کو  
 دیکھنے لگیں۔  
 ”نہ جانے کون ہے غیرت ہے جو ہمیں خوف زدہ  
 کرتے آیا ہے۔“ میری نے ہلکی آواز میں غصے سے کہا۔  
 ”ہماری سرگوشیاں تو سن ہی رہا ہوگا۔ اسے ہمارے  
 جاننے سے فرق نہیں پڑا۔ لائٹ جلانے سے کیا پڑے گا۔“  
 مومن نے دوڑنے کے نیچے سانپ کی طرح رہ گئے  
 چمیرے کو چڑھتے دل کے ساتھ دیکھا۔  
 ”بیاد رکھو! یا تو کیا ہوگا ہم کمزور عورتیں کیسے مقابلہ  
 کریں گی۔ اللہ رحیم! اماں! تعالیٰ پریشانی سے بولیں۔“  
 ”اللہ رحیم! کر کر کے گا۔ ہمارے پاس کون سا چاندی  
 سوتا ہے اماں۔“ مومن نے معصومانہ سوال کیا تو اماں نے  
 ایک سانس بھری۔  
 ”تم بچیاں ہی میرا سوتا چاندی ہو جنہ عورت کی عزت  
 ان پتھروں سے نہیں لڑا رہی تھی ہے۔ اسے اللہ میں بہت  
 کمزور ہوں تو ہی ہماری حفاظت کرنا۔“ وہ اوپر نظریں اٹھا کر  
 گزر گئی۔  
 ”نیچے بابا کو تو چاہی نہیں ہوگا کہ ہم کس مصیبت میں  
 گھر سے ہوتے ہیں، چاہو گی تو کون سا ہماری ایک آواز پر  
 انہوں نے چلنا ہے۔“ مومن نے افسردگی سے سوچا۔  
 ”آج میری دوڑاؤ کو کس کر چکا ہے۔“ مومن نے  
 نہ جانے۔ ”اماں! دل سنبھال کر آئیں سناؤ اسے جا کر  
 دوڑاؤ پر مضبوطی باجھ دیا ہے۔“ میری نے دوسری  
 طرف سے جا کر دوڑاؤ کی اوپری کنڈی کو کس کر چکا لیا  
 جوڑ چل ہوئی تھی۔  
 ”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ مومن کی فینڈ بھی نہ جانے کیسے کھل  
 ہی گئی، وہ آنکھیں لٹی اٹھ گئیں۔  
 ”آئی آہستہ بلو کوئی ہمارے دوڑاؤ کو کھولنا چاہتا  
 ہے۔ اس کے پاس بڑا چمیرا بھی ہے۔“ مومن نے سر کوئی  
 میں بہن کو اظہار دی۔  
 ”کیا۔۔۔“ مومن اپنی جگہ سے اٹھ کر دوڑاؤ کے  
 پاس آئی جس کے دوسری طرف ابھی تک چمیرا دوڑاؤ سے  
 کنڈی کھولنے کی کارروائی جاری تھی۔ مومن نے سوچا بھڑ  
 پر اٹھ کر لائٹ جلا دیں۔  
 ”کون! اوکا پٹھا ہے وہاں؟“ وہ حلق کے بل چلائی۔  
 ”دھیر دھیر سے نکلتا چمیرا سناست ہو گیا۔“  
 ”نکل یہاں سے بے غیرت۔“ مومن نے دوڑاؤ سے  
 کو ایک اچھ پادی چمیرا تیزی سے قاصد ہو گیا تھا۔  
 مومن نے اوپری کنڈی کھولی۔  
 ”اے! باگل ہوئی ہے۔ وہ باہر ہوگا، تجھے نہ بھٹ  
 لے۔“ اماں نے اس کے ہاتھوں کے

”دیکھتی ہوں کون سوز کی اولاد ہے جو مجھے بچھے گا۔“  
 اس نے چلی کنڈی بھی کھولی اور پورا دوڑاؤ کھول دیا۔  
 اوپری ٹیر جھول سے کسی کے قدموں کی جھک سنائی دی۔  
 ”مومن چھوڑ جانے دے۔“ اماں نے اسے کس کر جکڑ  
 لیا جو بھٹ کی طرف دوڑا رہی تھی۔  
 ”اماں! چھوڑو مجھے دیکھتے تو دوڑو کہیں نہ تھا کون۔“ مومن  
 جھنجھلائی۔  
 ”وہ! کرو مومن، چلو اندر۔“ اماں اسے روکتے ہوئے  
 اپنے گلی تو میری نے آگے بڑھ کر انہیں تھاما۔  
 ”تیا! اور تو نہیں چھوڑ گیا ہے۔“ مومن کی نظر  
 زمین پر پڑی تو ایک چمک کس نیچے پڑا تھا۔  
 ”چمیرا! چمک! نہ جانے کیا کچھ لے کر میدان میں  
 اتر آتا تھا۔“ اماں نے ہمارے کانک دوڑاؤ کھول سکے۔ ”مومن  
 نے جھک کر چمک کس اٹھا لیا۔“ مومن نے اسے ہاتھ میں  
 ”اس قسم کی بچہ نشین میں صرف مومن ہی فہم سکتی  
 ہے۔“ میری نے ایک سانس بھر کر سوچا تھا۔  
 ☆ ☆ ☆ ☆ ☆  
 شدید پیاس سے گھا خشک ہوا تو زنبب کی آنکھ بند  
 سے کھل گئی، اس نے اٹھ کر بیڈ کی سائیڈ ٹیبل سے جبک اٹھا  
 کر پانی گلاس میں اٹھا لیا اور فوراً ہی لیوں سے لگا لیا۔ پانی  
 پینے سے طبیعت میں فرحت محسوس ہوئی تو اس نے پھر  
 سے لیٹ کر کوٹ دامن طرف بدلی برابر وہلی جگہ خالی  
 دیکھ کر اسے اٹھایا ہوا ہاتھ اپنے بستر پر ٹھکس تھا۔  
 ”کیاں گیا ہاتھ شاید ہاتھ روم میں ہے۔“ زنبب  
 نے گردن جوڑ کر ہاتھ روم کے دوڑاؤ کو دیکھا، کافی دیر  
 یونہی گردن مومن سے ملتی رہی پھر نیند نے دوبارہ اسے اپنی  
 آغوش میں جکڑ لیا جس کی آنکھ کھلی تو پہلا خیال ہاتھ ہی  
 کا آیا۔ زنبب نے کمرے میں لگا دیں دوڑاؤ کو ہاتھ میں لے کر  
 کے لیے عمل تیار ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا لیا۔ وہ خود  
 پر زینم چمیرے کے کچھ نکلتا بھی رہا تھا۔  
 ”ہاتھ اور گانے۔“ زنبب کو حیرت ہوئی وہ کافی عجیبہ  
 مزاج مرد تھا۔ گانے اور نکلتا نہ کو چھوڑتا تھا۔ ضرور بھی۔



”یہ فکر ہو رہی ہے اس بار میں بیٹا ہی ہوگا۔ کسی لڑکا۔  
 سادہ کی ضرورت نہیں ہے۔“ ہاشم نے پر یقین انداز میں  
 کہا۔  
 ”پھر بھی ہاشم میری ڈاکٹر سے ملنا ضروری ہے۔“  
 زینب نے زور دے کر کہا۔  
 ”زینب پلیز.....“ بھائی بھائی مت کرو تمہاری  
 حالت ایسی نہیں کہ تمہیں دینک دم میں اتنی دیر بٹھایا  
 جائے، ڈاکٹر سے فون پر جو مشورہ کرنا ہے کرلو۔“ ہاشم نے  
 کچھ سخت لہجے میں فطنی انداز میں کہا تو زینب چپ رہ گئی۔  
 ”اس نفرت کو تم اپنی کمزوری بناری ہو۔ تمہارا سارا  
 حیا صرف نام نہاد انتقامی سوچوں پر لگا رہتا ہے اس  
 طرح خلیجیوں کو خود کو نقصان پہنچا رہی ہو مومنہ۔“ فلک نے  
 غرور سے اسے سمجھایا۔  
 ”کیا کروں فلک، انصافی اور جراب برداشت سے  
 باہر ہے میری ماں کا حق چین کر رکھا رہی ہے یہ عورت اور  
 بابا بھی ساتھ شامل ہیں، اتنا بے حس باپ میں نے نہیں  
 نہیں دیکھا۔ اپنی سگی اولاد کو کتر دکھا کر اس عورت کو خوش  
 کرتے ہیں۔ اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ لانے  
 کے لیے ہمیں دن رات ذلیل کرتے ہیں۔ ان کا مقصد  
 صرف فیسہ بیگم کی خوشنودی ہے، چاہے اگلے کو سیکھا  
 سکے کہ بدویں۔“ مومنہ بولی تو بولی جاتی تھی اس کی بھیلی  
 آنکھیں دیکھ کر فلک کو دکھ ہوا۔  
 ”ممبر کرو مومنہ۔۔۔۔۔“  
 ”اچھا اب چلتی ہوں۔“ مومنہ نے گھڑی پر نظر کی۔  
 ”اور بد کو تو ابھی سے کہاں چاری ہو نیچے چلو میں  
 تمہیں نئے کرایہ داروں سے ملوں ہوں، ہمارے دور کے  
 رشہ کل ہیں“ بیٹم قسم کے۔ ان کی بیٹی میری دوست  
 ہے۔“ فلک نے اس کا ہاتھ تھام کر اٹھایا تو مومنہ باچار اس  
 کے ساتھ نچا کی۔  
 ”مگر تو بہت اچھا لکھوٹ کیا ہے نہیں نے۔“  
 مومنہ نے تعریفی انداز میں چاندی طرف دیکھا۔  
 ”ہاں۔۔۔۔۔ ہمت کیجا رکھو۔“ فلک نے ہمت

”پہلو بچوں تم لوگوں کی چھٹی ہوئی۔“ مومنہ نے چادر  
 اوڑھتے گھڑی پر نظر کی۔ بیکے بستے اٹھا کر فوراً دروازے کی  
 طرف دوڑے تو مومنہ بھی اٹھ گئی۔  
 ”مہرے تم تو بیٹھو، چائے پی کر جانا۔“ فلک نے ٹوکا۔  
 ”میں فلک ایک گھنٹہ ہو گیا۔“ مومنہ نے انکار کیا۔  
 ”بیٹھو، دیکھو کہ ایسے بھی تکلیف ہے، میں تمہارے گھر  
 اتنی دیر کیوں بیٹھی ہوں، وہ بیٹھی ہیں تم سے کپ شپ  
 لگاتی ہیں۔“  
 ”تم اتنی اچھی ہو جراتی دیر مجھ سے کپ شپ مارو  
 گی۔“ فلک ہنسے گی۔  
 ”فلک تمہارا احسان ہے جو تم مجھے اپنے گھر میں بچوں  
 کو ٹیوشن پڑھانے دیتی ہو، کچھ پیسے ہی مل جاتے ہیں۔  
 ورنہ بابا تو نہ خود کچھ خرچ دیتے ہیں نہ ہم، بہنوں کو کتنا  
 نوکری کرنے یا ٹیوشن پڑھانے دیتے ہیں۔ ان کی نام نہاد  
 عزت جو خراب ہوتی ہے۔“ مومنہ نے غصے سے کہا۔  
 ”اگرے دوستی میں احسان نہیں ہوتا اور ایک دن آئے گا  
 جب تم خود احسان کرنے کے قابل ہو جاؤ گی ان شاء  
 اللہ۔“ فلک نے محبت سے کہا۔  
 ”کیا ایسا وقت آئے گا؟“ مومنہ نے اداسی سے  
 پوچھا۔  
 ”ہاں۔۔۔۔۔ ہمت کیجا رکھو۔“ فلک نے ہمت

بہن عارضی طور پر رہنے آئے ہیں۔“ فلک نے اس کی  
 معلومات میں اضافہ کیا۔  
 ”اسلام علیکم آئی۔“ وہ بے تکلفی سے اسے لیے لان  
 کے کچن میں آئی جہاں ایک گودی کی فریبی ماں آئی کچھ  
 پکانے میں مصروف تھیں۔  
 ”مہرے فلک کسی ہوں؟“ وہ خوش دلی سے ملیں۔  
 ”ہاں فلک آئی باہر چلو، یہاں کچن میں گری بہت  
 ہے۔“ وہ چوہے کی آغوش دھکی کر کے انہیں لاؤنج میں لے  
 آئیں۔  
 ”آپ کا فلک ابھی تک نہیں آیا۔“ فلک نے ان کو  
 پیسٹ پوچھے۔  
 ”مہرے نہیں آئی۔۔۔۔۔ اس کی ماں بہت بیمار ہے۔“  
 ”تو آپ کی اور فلک کو دیکھ لیں۔“ فلک نے مشورہ  
 دیا۔  
 ”ہمارا برسوں پرانا قلمن ملازم ہے، کچھ بتاؤں تو مجھے  
 کسی نئے بندے پر مجبور نہیں۔ اب یہ بھلی چھٹیاں  
 کرے یا مینوں میں سے ہی واپس رکھنا ہے۔“ مسکرا  
 کر بولیں تو فلک نے سمجھ کر سر ہلایا۔  
 ”کچھ کہہ رہی ہیں، رات دیر ملازم ملنا مشکل ہے پھر  
 آپ کو عادت بھی آئی کی ہوگی ہوگی میں، خیر انہی یہ میری  
 دوست اور ہماری مشترکہ پڑوسی مومنہ ہے۔“ فلک نے  
 تعارف کروایا۔  
 ”بہت پرانا نام ہے مومنہ۔“ انہوں نے مسکرا کر مومنہ  
 کو دیکھا۔  
 ”یہ کون سی بہت عیاری ہے۔“ فلک نے آگاہ کرنا  
 ضروری سمجھا۔  
 ”وہ تو ہے۔“ انہوں نے تاکید کی تو مومنہ جھینپ گئی۔  
 ”آئی رہا یہاں ہے؟“ فلک نے پوچھا۔  
 ”میں یہاں ہوں۔“ رہا نے بیچھے سے آ کر زور  
 سے کہا۔ دونوں ایک ساتھ ہنس دیں۔  
 ”رہا۔۔۔۔۔ یہ مومنہ میں نے ذکر کیا تھا۔“  
 ”اگرے ہائس ٹو میٹ یو۔“ رہا نے مومنہ سے خوشدلی  
 سے ملنے کی بات کی۔  
 ”فلک کی بیٹ فریڈا اب ہماری بھی فریڈا۔“ وہ اس  
 کا ہاتھ پر جوش انداز میں دباتے ہوئی۔  
 ”رہا۔۔۔۔۔ ان دونوں کو ڈرلنگ دم میں بٹھاؤ میں  
 اسٹیکس وغیرہ بھجواتی ہوں۔“ آئی نے کہا تو رہا ان کو  
 اپنے آراستہ ویراستہ ڈرلنگ دم میں لے آئی فلک  
 رہا کے ساتھ اٹھ اٹھ کر ہاتھیں کرنے لگی، مومنہ کچھ  
 سے ڈرلنگ دم کا جامہ لینے لگی اسے اٹھیر پیر ڈیکوریشن  
 بہت بھلایا تھا۔  
 ”ایک اسے اپنے پیروں میں کوئی نرمی چڑھو  
 ہوئی وہ چونک کر نیچے جھکی ایک سفید پرسن کیٹ اپنی نیلی  
 آنکھیں اس پر جمائے پائل اس کے پیروں سے لگ کر  
 جھکی تھی۔ مومنہ نے جھرجھری لے کر اپنے پیچھے کسے ملی  
 سرک کر پیروں کے قریب آئی اور اپنے بالوں والے سر کو  
 مومنہ کی چوٹی سے گرٹنے لگی۔  
 ”انف یہ تو فری ہی ہو رہی ہے۔“ مومنہ نے اپنے سر  
 اٹھا کر صوفہ پر رکھ لیے۔ ملی نے اب اس کے دوپٹے کا ٹکڑا  
 پلے بچھ لیا اور اسے اپنے پیروں میں لپیٹنے لگی۔  
 ”یا اللہ۔۔۔۔۔“ مومنہ نے گھبرا کر اٹھنا دیکھ لیا۔  
 ”چھوڑو میرا دل باندھ لیں گی۔“ اس نے جھک کر ملی  
 کو آنکھیں دکھائیں جواب ملی صاحبہ نے دوپٹا اپنے منہ  
 میں لے لیا مومنہ کا پیسے ماسک رک گیا۔  
 ”میرے پاس ڈھنگ کے چند ایک تو جوڑے ہیں،  
 یہ کم بخت کیوں خراب کرنے پر تلی ہے۔“ مومنہ کو کچھ حیا  
 تھیں وہ جتنا دیکھتا تھا تلی کی اتنا ہی اسے ہنسنے سے روکتی۔  
 وہ بچا چہرہ ہاتھ مومنہ کو دہانے لگا۔  
 ”رہا دیر از مانی ستو وائٹ۔“ اہا ایک ڈرلنگ دم  
 میں کوئی داخل ہوا، مومنہ نے وحشتی نظریں اٹھائیں  
 سامنے وہی لڑکا کھڑا تھا جو اس دن ضروری کی آفر کر رہا تھا۔  
 ”بھائی مجھے کیا بتا۔“ رہا فلک سے ہاتھیں بکھارتی  
 بے نیازی سے بولی۔  
 ”اسلام علیکم امیر بھائی۔“ فلک نے سلام کیا تو منفر







اور تیل کی تک تک بجلی میٹ سے امداد چلی آئیں۔ پاپا نے پریشانی سے بالوں میں ہاتھ چلائے اور پکارا کہ کر کے ان کے پیچھے ہی اٹھنا گئے تھے۔ مفری اپنی شست پر واپس بیٹھ گیا تھا اور غور سے اسے دیکھ کر بالائی مغز پر نظر پڑا۔ جہاں تھیں جہاں وہ سپید ہاتھوں نے بے اختیار تالی بجائی تھی۔

36 فصل اخروی

وہ "لالاں نے دوسرا نئے کہا۔  
"کیا بات کرناؤں، فون میرے کمرے میں ہے اور وہ  
اگر آتی کہاں ہے جو بات کروں۔" زینب نے نروٹھے  
کہا۔  
"تم اس حالت میں اتنا ٹینشن مت لو، ہاشم سے کہو  
ٹوکی خبر ہے تم ایک جگہ بھی ہو وہ چل پھرتا ہے ناں گھر  
میں۔" لالاں کی بات پر زینب نے ایک لمبا سانس بھرا۔  
"ہاشم کی خبر تو اسے چاہیے گی جو ایک ہی چھت تھے رو کر نہ  
مانے کن کامرہندوں میں الجھا ہوا تھا۔

☆.....☆.....☆

رواہ نے اپنے گھر میں دن ڈنڈ پارٹی رکھی تھی۔ مومنہ کو بھی فلک کے ساتھ دعوت دی تھی۔ مومنہ اچھی خاصی پریشان ہوئی تھی پر ان دنوں پر خطرہ ہونے لگا، اماں سورا سلف تاپ تول کر بہت احتیاط سے استعمال کرتی تھیں۔ ان کے بچت میں ایسی عمارتی کی کھجائیں قطع نہیں نکلتی تھیں

☆.....☆.....☆

☆.....☆.....☆

”ہمارے اہل خانہ نے نبی لی لی میں نے نو سو بیس پیدا کیے لیے ہر وقت پریشان رہتے ہیں اور ان کی آزمائش میں ان کے ایک نظر و یکہ کرم و کرم کی کیفیت پہچان جاتی ہوں۔“



سے بھی اور معذور بچے سے بھی۔

وہ چن چن آ کر کھڑی ہو کر سوئے گی، جیلا تکہ قلب  
نے دھاب کے سامنے ہی کہا تھا کہ مومن لوگ کفلس بنا کر  
لائے گی۔ اس کی یہ سستی ہی دشمنانے کا در پروردہ مقصد  
مومن کی ممکنہ مشکل حل کرنا تھا مگر وہ نہیں جانتی تھی مومن  
کے لیے یہ بھی مشکل ہے کہ اس کے ڈبے میں آ کر اکتا  
تھا کہ مینے کے بیچ پانچ آٹری دن شاید ہی نکال پاتا۔ وہ  
ماپوس ہو کر بچن سے باہر نکل آئی تھی۔ وہ سامنے تخت پر  
ہو مگر ک کی کا پیاں پھیلائے سر جھکائے تھی اس پر لہر چلا  
راہی تھی۔ پیرنی حسب سابق کام کاج مٹا کر ڈاک بھرنے کی  
دنیا میں گم تھی۔ اس نادر کے ساتھ مصروف اور شگفتہ اپنا  
انگلیوں کی ہویوں پر درودِ نشانی کہتے رہی تھی۔

”کیا یہ منظر مجھ کے لئے“ سوئے امارت ہے عود  
سے ہی سول کیا تھا۔

○ ☆ ..... ☆ ○

دورانِ اجداد میں عرب کی ایسا انوکھی شہر خریدنے والے چلے آئی تھیں۔ ان لوگوں کو یہ کہ گھبرا گئی تھی۔ وہ عرب کے کمرے میں پہنچی تھیں۔ ان سے ملنے ان کو کوہِ حرا کی بات پڑی۔

"اے چھوٹے بھائی! اگلے پہلی چٹک بھڑکی ہے، کیا ہو گیا ہے تجھے؟" اس کا اس کی حالت دیکھ کر خشکس۔

"کچھ نہیں ہوا۔" انہوں نے نظریں جرائی۔

”سو کہنے کو کچھ نہیں ہوا، زیدہ بستی سے اٹھیں اور لڑکیاں  
کرتی رشتی ہو، رفت۔“ انہوں نے انکو بغور دیکھ کر کہا۔  
”آپ جانتی ہیں خالد مجھے اس کا مسئلہ سے اجاگر کر  
پرہیز چھوڑ دیا تو مجھ سے مسئلہ ہو گیا۔“ انہوں نے دیکھی آواز  
میں کہا۔

”میرے تو کسی کو تو بتائی یا مجھے یوں ایسی خرابی ہوئی اتنی  
تعلیق نہ ہوگی اور بڑی ہوگی کہ تمہاری دل مجھے باتیں  
سنائے گی۔“ طویل کھمبے انوکھی بات پر اطمینان کا سانس  
گھر گھر کہا کہ اس وقت جب کہ انوکھی حالت بتائی گئی جس پر وہ  
پریشان نہیں ہو گئی تھی۔

”کیا کروں منصب کی تکلیف کا سوجھی ہوں تو دل

نہیں مانتا ہے کہ اس مشکل میں چھوڑ کر چلی جائوں۔  
 انہوں نے مجھے میں مگر مندی بھر کر کہا کہ تو بے سنگ لگی۔  
 "میرا اتنا خیال ہے کہ تو ہی میرے پاس بھی نہیں  
 پہنچتی، نہ جانے کہاں کم رہتی ہو۔" زہنب سے نفی سے کہا  
 قانون چپ دلی۔

یہ غریب اپنی تکلیف میں ہی تمہارا سونچ رہا ہے  
اور تم جھگڑ رہی ہو۔" لطیف نے بیٹی کو گھر کا انورے مسکین سما  
منہ دے دیا تھا۔

”خیر جو ابی اب اپنا سامان باندھو اور میرے ساتھ  
 واپس چلو۔“ ان کی بات نے انوکھ چکارا دیا۔  
 ”تو... نہیں...“ حال ہی میں اصرار ٹھیک ہوا تھا۔  
 ”جی، لیکن کوئی حالت میں چھوڑ کر کہے چلی جاؤں۔“ آپ  
 کو مجھ کو سوجھ بوجھ اپنی جگہ سے اٹھنے کی نہیں سکتی، گھر کا  
 کام کہے کر کہیں۔“ اس نے فوراً اجازت مانگ لی۔  
 ”تو... اگر...“ لیکن کوئی جواب نہ مل سکا۔  
 ”طہر نے حاشیہ نظر دیا۔“

سے انکار دیکھا۔  
 "انویمری گھر مت کرو اپنی طبیعت کو دیکھو۔ مگر جا کر  
 کسی ڈاکٹر کو دیکھنا اور کچھ آرام بھی کر لینا۔" نذیب ہاس کی  
 بہت پرہیزگار ہو کر بولی۔ وہ چاہتی تھی ہس الوجلہ از جلد اس  
 کے گھر سے نکل جائے۔

”میں لاہر سے ہی راکٹر کو دکھاؤں گی ہاشم جیو سے  
 کہہ کر“ انوکہ کر پانکسا مسکرائی یا زہب نے ہی محسوس کیا  
 کہ کچھ بے چینی ہی ہوگئی تھی۔

”ہاں مجھے ہی ڈاکٹر کے پاس نہیں لے جا رہے تھیں  
وہاں لے جائیں گے، اپنے بھائی سے کہنا لے جائے۔“  
نب نے ناگوارگی سے کہا۔

”تمہاری تو کنڈیشن ایسی ہے کہ تم چل نہیں سکتیں۔  
تو چل پھر سکتی ہوں ناں۔“ انہوں نے فوراً کہا تو زینب کی  
اری میں اضافہ ہوا۔

”میں ان کی بیوی ہوں، تم کون ہو جو مجھیں ڈاکٹر کہو  
میں۔“ وہ چیخ کر بولی تو طبیب نے اس کے کندھے پر  
دکھا۔

39 0000



کیا۔ انوما تھے پر فکٹیں لیے سر ہلاتی اٹھ کر باہر نکل گئی۔

کہا: ”زیف نے ماں کو بتایا۔“

”چل پھر سیدھی طرح۔“ اہل نے دیکھ کر کوکھڑا دیکھ کر

جو تیں کھانی ہی پڑتی تھیں۔



naeyufaq.com

آنچل کی جانب سے لکھ اور آنچل

# حجاب کی کچی ماہنامہ

محبت و عزت کی آغوش سے مومنہ قابل فخر و شایہ کبریا

## مرگِ تنہا

خاندانی دردم در و راج کس طرح لڑکیوں کو باقی کرتا ہے  
یاد رکھو کہ لوگ قلم نگار ایک خوب صورت تحریر

## عہدِ محبت

مشتاقوں میں باقی خوار کے لیے زیرِ غول، مالوں کا قصہ حیات  
جو خود بخود چاہی کی طرف تیز سے دوڑ رہے ہوتے ہیں اور اپنے  
ساتھ کی اور رشتوں کو بھی نہ ملانی نقصان پہنچا رہے ہوتے ہیں

## موجِ سخن

ذاتی میڈیاری شاعری پر مبنی سلسلہ

## اس کے بارے

بزمِ سخن چکن کا ڈرڈوسٹ کا بیف ام آئے منتخب  
اشعار، فنِ لیلیٰ اقتباسات اور دیگر  
متاریش کی دلچسپی کے مدغم شدہ مستقل سلسلہ

Info@naeyufaq.com

0300-8264242

کی آج کراس ہونے بھی عرصہ ہو چکا ہے وہ اپنے شوق کی  
خاطر یا آپ جیسے پرانے صندھی قسم کی مریضوں کے لیے  
یہاں بیٹھے ہیں یہاں ان کی صحت اجازت نہیں دے دی  
ای لیے کئی کئی سالوں میں سنبھالوں گا۔ "طیلم الدین کے  
بیٹے کے کشال نے ملاں کو پریشان کر دیا۔

"اسے اللہ بخش ہی عرصہ جاتی وچو بند تو ہیں  
ڈاکٹر صاحب اب میں گھر بٹھا کر ان کو بڑا کر دوں گا۔ ساتھ ہی  
تجربہ تھوڑے پاس ہے نہ ہی ان میں جیسی شفا تھوڑے ہاتھ  
میں ہوئی کیوں اپنا بیٹا ٹھیک ٹھپ کرنا چاہتے ہو۔" ملاں  
نے سخت مایوسی سے نظروں سے ڈاکٹر کے بیٹے کو دیکھا۔  
"قرین ایس بی بی ایس ہوں ملاں، بڑی ڈگری بھی کر  
رہا ہوں، نئے تحقیق پرانے تجربات کے مقابلہ میں زیادہ بہتر  
ہوئی ہے اور جہاں تک شفا کی بات ہے وہ تو اللہ کے ہاتھ  
میں ہے۔" ڈاکٹر کے بیٹے نے براہِ راست کہا۔

"خیر میرا نام تو اللہ میں ہے، آج سے اس سوٹ پر  
آپ مجھے بیٹھا پائیں گی، علاج کرانا ہو تو میں حاضر ہوں  
نہیں کرانا تو آپ کی مرضی۔" اس نے بے نیازی سے کہہ  
کر اپنے کمرہ چلا۔

"ہم ٹھیک ٹھیک کو سمجھتے۔" ملاں غرضی سے چادر  
سنہائی دور دراز کھول کر باہر نکلتا۔ "بہرئی آگے بڑھی اور  
ڈاکٹر کی میز تک آئی۔

"جی؟" ڈاکٹر نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔  
"میری ملاں کی باتوں کا برا مت منائیے گا ڈاکٹر  
صاحب وہ ہمارے معذور بھائی کے لیے بہت پریشان  
ہیں پھر دوسرے بخش بھی اتنے ہیں کہ وہ ہمارے سچے  
بھائی ہیں، سمجھ لیں اپنی فرسٹیشن نکالتی ہیں۔" "بہرئی  
نے دھیمی آواز میں ملاں کا دفاع کیا، لواز الدین نے بغور  
اس کے چادر کے بالے میں گلابی سے شرمندہ چہرے کو  
دیکھا۔

"کو۔" نو پر اہم۔ میں نے برا نہیں منایا۔" اس  
نے رمان سے کہا اور اندھا تے مریضوں کی طرف متوجہ  
ہوئے بہرئی ایک سانس بھر کر کمرے سے باہر نکل آئی۔

"اس عمر میں گھر کے کام کرواتے ہو وہاں صاحب  
سے۔" ملاں نے غرضی سے کہا۔  
"کمرے وہ بات نہیں، ملاں آپ جلدی بتائیں کس کو  
دیکھنا ہے باہر دوسرے مریض انتظار کر رہے ہیں۔" اس  
نے گڑبڑا کر کہتے بہرئی کو دیکھا جو دروازے سے لگے کر  
کھڑی تھی۔

"نور سال سے آپ کے والد سے اپنے بیٹے کا علاج  
کر رہی ہوں کئی دفع آپ کے گھر بھی دیکھنے لائی ہوں  
راہ کو اور پوچھتے ہو کس کو دیکھنا ہے۔" ملاں ہنوز خفا انداز  
میں بولی۔

"جی اچھا۔۔۔" ڈاکٹر نے سر ہلایا۔  
"اپنے بیٹے کو بلائیں پھر۔"  
"ارے کیسے بلاؤں وہ آسکتا ہے کیا۔" ملاں کی خشکی  
بڑھی۔

"میں اس مطلب۔۔۔؟" ڈاکٹر حیران ہوا۔  
"میرا بھائی جسمانی طور پر معذور ہے تو اس کو ہر بار  
لے کر آنا مشکل ہے، آپ کے والد صاحب چونکہ اس کا  
بچپن سے علاج کر رہے ہیں تو اس کی طبیعت بھی بڑھتی رہتی  
دیکھتے بھی دوا دے دیتے ہیں۔" ملاں نے شہس قلم کو دوا  
لکھ کر گھر سے گھر اس کو لے کر نہیں ہو رہی تھی۔  
"بہرئی نے اسے کہا۔" "بہرئی نے اسے لایا حاصل نکلنے سے  
پلاوئے آئے ہیں۔" "بہرئی نے اسے لایا حاصل نکلنے سے  
آگے کر ڈاکٹر کو تسکین سے بتایا۔

"اوہ اچھا۔۔۔" مجھے پوچھ دیں میں دیکھتا ہوں۔" اس  
نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو ملاں نے پوچھا میں پوچھا۔  
"نہ۔۔۔" ملاں نے دوا نہیں لکھوائی۔ بڑے ڈاکٹر سے ہی  
لکھوائی ہے۔ تم کل کے لڑکے کا سا دیکھا تھا جس میں اب  
تھوڑا علاج کرو گے۔"

"میں پائیز دیکھا تو وہ ان کو یہ بھی اچھی دوا لکھ کر دیں  
گے۔" بہرئی نے شرمندگی سے ملاں کو لی زبان میں کہا۔  
"نور سال سے ڈاکٹر صاحب نے ڈاکٹر صاحب کی لکھی دوا سے ہی  
شفا پاتا ہے۔" وہ بھی ایک جلدی تھی۔  
"ابا شاید کس بھی نہ لکھیں حال میں ان کی ریمانڈ منٹ

"ڈاکٹر صاحب نے آج نہیں آئے، ان کا بیٹا ٹھیک چلا  
رہا ہے۔ چل پھر چلتے ہیں کل آئیں گے۔" انہوں نے  
ملاں کے بیٹا کو کل پھر اس خوار کی افغانی کے احساس  
نے بہرئی کو بھی سے تھکا دیا۔

"ملاں دوا ہی لکھوائی ہے۔ ان کے بیٹے سے ہی  
دوسری لکھوا دوا پھر کل لکھائے۔"  
"بھلا طیلم الدین کے سوار کس کو اور ڈاکٹر سے آرام  
آیا ہے جو وہ ان کے بیٹے سے لکھوا دیں۔" ملاں نے فوراً برا  
منار کر کہا۔

"وکیو تو کیا پتا اچھی دوا لکھ دے، انہی کا بیٹا چلا۔  
باپ جیسی شفا ہی اس کے ہاتھ میں ہوگی۔" بہرئی نے  
رمان سے کہا۔

"لیکن ڈاکٹر آج آیا کیوں نہیں، چل اس کے بیٹے  
سے پوچھتے ہیں، کہیں بیمار تو نہیں بڑھ گیا ڈاکٹر؟" ملاں نے  
اس کے شہس قلم کو دیکھا ملاں میں لڑا دیا تھا۔

"بیمار ہی ہوں گے ہی تو سال کے ڈاکٹر بھلا بھلے  
کے ہوتے ہیں۔" بہرئی انہیں تیزی سے ڈاکٹر کے  
گھر کی طرف جاتے دیکھ کر بڑبڑائی۔

"ارے ممکن ہمارا پارٹی ہے کہاں کس جا رہی ہو؟"  
ایک عورت چیل کی طرح دروازے کی طرف چلی۔

"مجھے ڈاکٹر کو دیکھنا نہیں ہے، بڑے ڈاکٹر کا پوچھنا  
ہے، ہو پڑے۔" ملاں نے اس عورت کو ایک طرف کیا اور  
دھڑ سے اندر گھس گئیں۔ ناچا تے ہوئے بھی بہرئی کو ان  
کی بیرونی کرنی پڑی، جیسے عورت کیا ڈاکٹر کو دہائی دینے لگی  
تھی۔

"میں بھی بس حد کرتی ہیں۔" وہ شرمندہ سی صوفی اندر  
داخل ہوئی جہاں طیلم الدین کا دوا چلا ڈاکٹر بیٹا ان کی کرسی  
پر بیٹھا ہوا تھا۔

"بیٹا آج بڑے ڈاکٹر کیوں نہیں آئے؟" ملاں سیدھی  
اس کے سر پر جا کر کھڑی ہوئیں۔  
"انہیں گھر پر کچھ کام تھا آپ مجھ سے چیک اپ  
کر لیں۔" وہ بیٹھ رہا تھا کہ ملاں نے



